انتخاب

تقلیدِ جامد

(کرنل ڈاکٹر خواجہ عبد الرشید)

فارسی کا مشہور مصرع ہے "یک لمحہ غافل بودہ ام صد سالہ راہم دور شد"! یہ تو غفلت کے ایک لمحہ سے متعلق کہا گیا مگر یہاں غفلت مسلسل اڑھائی سو برس سے طاری ہے، ہوشیاری کسی سمت سے بھی آتی دکھائی نہیں دیتی۔ تو پھر قوم کی ذہنی حالت کسقدر دگرگوں ہوگی۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اس غفلت کو ماننے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں۔ اگر کسی وقت بات ایسی منہ سے نکل جائے تو الٹا لوگ پیچھے پڑ جاتے ہیں ۔ کہ یہ تو مغرب زدہ ہے۔ یہ مردود ہے ۔ اس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ـــــ یہ عیسائیوں سے مرعوب ہے۔ وغیرہ وغیرہ

منجملہ دیگر غفلتوں کے ایک غفلت یہ بھی ہے کہ ہم توقع کئے بیٹھے ہیں کہ مستشرقین جب اسلام پر قلم اٹھائیں تو مسلمانوں کے قصیدے لکھتے چلے جائیں۔ جب خود ہمارے اپنے ہاں یہ بات موجود نہیں ـــ سنی شیعہ کو کاٹتا ہے۔ وہابی چکڑالوی کو کاٹتا ہے۔ پرویزی قادیانی کو ـــ سب ایک دوسرے کے گرد ہو بیٹھے ہیں۔ تو اگر نصرانی اپنے تحقیقی مقالات میں اسلام کے گرد ہو بیٹھے ہیں۔ تو ہمیں اس میں کیوں تردد ہوتا ہے تحقیق غلط بھی ہو سکتی ہے اور اکثر غلط ہوتی ہے آج جو بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کل وہی غلط ثابت ہو جاتی" کوئی خدا کا کلام تھوڑا ہی ہے جو غلط نہیں ہو سکتا اسی لئے شاید ہمارے فقہا نے تقلید کا دروازہ کھولا تھا کہ نہ تحقیق ہوگی نہ غلطی ہوگی۔ مگر یہاں بنیادی غلطی یہ ہے کہ ذہنی ترقی بغیر تحقیق کے نہیں ہو سکتی تحقیق ہی تو ترقی کا موجب

ہے۔ تقلید اس کے منافی ہے۔ یہ حتمی بات ہے کہ مقلّد محقق نہیں ہوسکتا۔ مدیق ؒ نے جو اسرائیل اور عرب کا موازنہ کیا ہے تو وہ بس ایسی ہی بات ہے ایک طرف محقق بیٹھے ہیں اور دوسری جانب مقلّد! ایک طرف ترقی پہ ترقی ہو رہی ہے اور دوسری طرف تنزل در تنزل۔ عرب میں نفت زر تو ہے مگر زراعت نہیں۔ یہ تحقیق ہی کی کرشمہ سازی ہے کہ اسرائیل نے جنگل میں منگل بنادیا ہے۔ جب اسرائیل ادھر آئے تھے تو ان کے پاس زراعت کے لئے میٹھا پانی نہیں تھا۔ سمندر کاٹ کر انھوں نے پانی کو صاف کرنے کے کارخانے بنائے (REFINERY) یونیورسٹیاں بنائیں۔ کارخانے بنائے۔ لیبارٹریاں بنائیں۔ مگر ان کے بالمقابل عرب میں غالباً وہی درس نظامیّہ کی قسم کا ابھی تک نصاب چل رہا ہے جس کے متعلق سنا ہے کہ اس کو نہیں بدلا۔ کہ اگر نصاب میں اور کتابیں داخل کرلی گئیں تو ان کے پڑھانے کے لئے اُستاد نہیں ملیں گے۔ آج کل درس نظامیہ کی کتابیں پڑھانے کے لئے اسپیشلسٹ موجود ہیں اور لوگ ان کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ یہ ان ہی مخصوص کتابوں کے ماہر ہیں مگر دوسری اور کوئی کتاب نہیں پڑھا سکتے یاللعجب! ایک آدمی ہدایہ کا ماہر ہے مگر تاتارخانیہ نہیں پڑھا سکتا۔ یا اگر گلستاں پڑھانے کا ماہر ہے تو بوستاں نہیں پڑھا سکتا۔ یہ عجیب طرفہ تماشا ہے۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس انداز فکر سے تحقیق نہیں ہوسکتی۔ تحقیق میں فکر کو دخل ہے۔ اور خصوصی داخل ہے۔ تقلید میں فکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ گھڑی گھڑائی بات سامنے آجاتی ہے فکر اور تحقیق کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تجدید بھی تحقیق ہی سے پیدا ہوتی ہے، بلکہ تحقیق کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس لئے محقق اور مجتہد کے لئے مفکر ہونا لازم ہے۔ مقلد نہ تو اجتہاد کرسکتا ہے اور نہ ہی تحقیق۔ اب اگر اسرائیل میں آپ کو ہر قسم کی ترقی نظر آرہی ہے تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ وہاں محقق، مفکر اور مجتہد بیٹھے ہیں۔ ان کے مقابل مملکت اسلامیہ بلاد العرب میں صرف مقلّد ہی مقلّد جمع ہیں۔ تو ترقی کیسے ہو؟ مسلمانوں نے کسی زمانے میں بڑی ترقی کی۔ علمی بھی اور مذہبی بھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس زمانے میں جو تحقیق کر کے ترقی ہوئی اس میں تقلید کا کتنا ہاتھ تھا یا تقلید کو علیحدہ رکھ کر تحقیق ہوئی۔ آج امریکہ میں جو سیاہ فام مسلمان نمودار ہوگئے ہیں اور جنھوں نے اس براعظم میں ایک تہلکہ مچادیا ہے۔ وہ کس کے مقلد ہیں؟ انھوں نے اپنی تنظیم بڑے غور و خوض اور تحقیق کے

بعد کی ہے۔ یہاں سے چند نقل دین۔ وہاں بھیجد یجئے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی تحریک آنا فانا نیست نابود ہو جائیگی یہ بات نہیں کہ وہ نام کے مسلمان ہیں۔ ہرگز نہیں۔ وہ نماز کے پابند ہیں ان لوگوں نے مسجدیں بھی بنائی ہیں، ہر طرح کی خدمت خلق بھی کرتے ہیں۔ امریکہ ان کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے ؟ مسلمانوں پر ظاہر کیا جا رہا ہے کہ یہ ایک نیا فرقہ مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے جس میں ایک شخص ان کا (نعوذ باللہ) خدا تھا اور دوسرا جو موجود ہے وہ ان کا پیغمبر ہے۔ مگر ہمیں وثوق کے ذرائع سے معلوم ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں، یہ پورے طور پر منظم اسلامی جماعت ہے، جنہوں نے مکمل شعور کے ساتھ اسلام کے اصولوں کو اپنایا ہے اور ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں مستشرقین کا یہ رویہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ وہ اسلام کو کسی نہ کسی طرح سے بدنام کرتے رہیں، مگر یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے اس رویہ کو بڑی خوبی سے طشت از بام کرتے چلے جائیں۔ اور جہاں کہیں ان کی تحقیق کوئی خلاف خواہ نتیجہ برآمد کرے اس پر مزید غور و فکر کریں۔ اور رد نہ کریں۔ اس میں کلام نہیں کہ مستشرقین نے بڑی اہم معلومات بہم پہنچائی ہیں اب ان تمام کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کی تحقیق کو ہم تک بندی بھی نہیں کہہ سکتے۔ ضرورت جس بات کی ہے وہ یہ ہے کہ ہم بھی اپنے میں صاحب فہم اصحاب پیدا کریں جو ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا بہ حسن وخوبی ازالہ کر سکیں۔ مگر اس کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ تحقیق کیا ہے ؟ کسی شے کی حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کو تحقیق کہا جاتا ہے۔ اور یہ انفرادی فعل ہے اجتماعی نہیں جہاں کسی مسئلہ پر اجماع ہو جائے گا۔ اس کو متفقہ فیصلہ کہا جائے گا تحقیق نہیں کہا جائے گا۔ تحقیق کے اندر تشنگی ہوتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ترقی ہوتی رہتی ہے، متفقہ فیصلہ مزید ترقی کو منقطع کر دیتا ہے۔

اس تمام داستان سرائی سے مطلب یہ ہے کہ اسرائیل میں اگر ترقی ہو رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں تحقیق جاری ہے۔ آپ غور فرمایئے۔ وہاں کتنے بڑے بڑے مفکروں کا آج کل اجتماع ہے۔ فلاسفر بھی ہیں۔ سائنسدان بھی ہیں اور مذہبی رہنما بھی ہیں۔ ان سب کا اجتماع ہو گیا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جو عرب اس وقت فلسطین میں ہیں وہ واپس آنا نہیں چاہتے۔ کیا وجہ ہے ؟ ان کے لئے حالات سازگار ہوں گے۔ روزی کمانے کے لئے سہولتیں ہوں گی۔ تعلیم ارزاں ہو گی۔ بس یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ اب اپنے ہاں کیا ہے ؟ رہے نام اللہ کا